تقلید کیا ہے......؟

آیت اللہ العظمیٰ سید العلماء سید علی نقی النقوی طاب ثراہ

نظام زندگی میں تقلید کی کیا ضرورت ہے؟

انسان کے عملی فرائض

عقائد کے استحکام کا نمایاں نتیجہ اعمال وافعال میں ذمہ داری کا احساس ہے۔ بلوغ کے ساتھ ہی انسان پر یہ ذمہ داری سختی کے ساتھ عاید ہوگئی۔ شرع کے لحاظ سے یہ اب تک آزاد تھا اب مقید ہوگیا اب اس کی ہر حرکت وسکون، جنبش لب اور گردش نگاہ موقف حساب میں ہے قلم تکلف جاری ہوگیا ہے اور فرائض واعمال کی سختی کے ساتھ نگرانی ہونے لگی ہے۔

اب سب سے پہلے جو نماز کا وقت آئے گا اس میں اس کو واجبی طور پر نماز ادا کرنا ہوگی اور نماز کے لیے صحیح طور پر طہارت لازمی ہوگی جس کے لیے بعض صورتوں میں غسل درکار ہوگا اور بعض صورتوں میں وضو لازم ہوگا۔ بہت آسان تھا اگر نماز اور طہارت کے تمام مسائل ہر حیثیت سے معین ہوتے اور ان میں کوئی اختلاف نہ ہوتا۔ یہ کوئی کتاب اٹھا لیتا اور جو کچھ اس میں لکھا ہوتا اس پر عمل کرتا مگر دشواری یہ ہے کہ مسائل میں اختلاف ہے اور مختلف علماء کے فتاوے آپس میں جداگانہ ہیں۔ پھر اب یہ کیا کرے کیونکہ عمل کرنے کے لیے تقلید کی ضرورت ہے۔

نظام زندگی میں تقلید کی ضرورت

تقلید کے متعلق اکثر لوگوں کو غلط فہمی ہے بہت سے افراد اس کو پیری مریدی کی ایک چیز سمجھتے ہیں اور بعض اس کو ایک بلا ضرورت سی شے خیال کرتے ہیں حالانکہ اگر غور کیا جائے تو یہ بالکل فطری شے ہے جو دنیا کے ہر شعبہ میں کارفرما ہے اور کوئی چیز اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ ہر شخص ہر فن سے واقف نہیں ہوسکتا ہر چیز میں اس کے واقف کار ہوتے ہیں اور کچھ ناواقف، کوئی شبہ نہیں کرتا کہ ناواقف افراد ہمیشہ ضرورت کے وقت پر واقف کار لوگوں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ آپ کا خدانخواستہ کوئی عزیز بیمار ہے اگر آپ خود طبیب ہیں تو بسا اوقات خود علاج کریں گے لیکن اگر طبیب نہیں ہیں تو ضرور کسی حکیم یا ڈاکٹر کے پاس جائیں گے، اس سے حال کہیں گے، وہ تشخیص مرض کرے گا، دوا تجویز کرے گا، آپ اس کے نسخہ پر عمل فرمائیں گے، وہ دوا لائیں گے اور مریض کو پلائیں گے۔ یہ تقلید نہیں تو کیا ہے!

آپ کو کوئی مکان بنوانا ہو انجینئر کے پاس جائیں گے، اپنے ضروریات اس سے بیان کریں گے وہ نقشہ بنائے گا، مصارف کا تخمینہ لگائے گا، آپ اسی کے مطابق عمل کریں گے۔ یہ تقلید ہی تو ہے!

آپ کو کوئی مقدمہ درپیش ہوتا ہے وکیل یا بیرسٹر کے پاس مسل لے جاتے ہیں مقدمہ کی روئیداد سناتے ہیں، وہ اس کے تمام پہلوؤں پر غور کرتا ہے، آپ اسی کی رائے کے مطابق کاغذات داخل

کرتے ہیں، گواہ تیار کرتے ہیں اور مقدمہ کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ سوائے تقلید کے کچھ اور نہیں ہے۔

یہی صورت ہر چیز میں ہے پھر جس قدر کسی معاملہ کی اہمیت زیادہ ہوتی ہے اتنا ہی اس میں سوجھ بوجھ اور انتخاب سے کام لینا پڑتا ہے۔ اگر کوئی معمولی مرض ہے تو جو حکیم بھی اس وقت سر دست موجود ہو اس کی طرف رجوع کر کے نسخہ لکھوا لیا لیکن اگر مرض پیچیدہ ہے تو کوشش ہوتی ہے کہ جو سب سے بڑا حکیم یا ڈاکٹر ہو اس سے علاج کروایا جائے۔ یوں ہی چھوٹا سا مکان بنوانا ہے تو کسی معمولی نقشہ نویس سے نقشہ مرتب کرالیں گے لیکن اگر کوئی عالیشان کوٹھی بنوانا ہو تو بڑے انجینئر کی تلاش ہوگی۔ کوئی مقدمہ بالکل معمولی ہے تو کسی معمولی وکیل سے رجوع کرلیں گے لیکن اگر بڑا مقدمہ ہے تو پھر فکر ہوگی کہ سب سے بڑے وکیل کی طرف رجوع کی جائے۔ حالانکہ غلطی کا امکان اس سے بڑے حکیم، کامل انجینئر اور وکیل میں بھی ہے اور اس لیے کبھی ان کے ہاتھوں میں ناکامی ہوتی ہے۔ مگر عقل کا فیصلہ یہ ہے کہ اپنے ہاتھوں سے کوتاہی نہ ہونا چاہئے۔ اس کے بعد بھی اگر مضرت واقع ہوئی تو وہ قسمت سے متعلق ہے انسان کی اس میں کوئی خطا نہیں ہے۔

اب دیکھئے کہ احکام شرعیہ، یہ وہ چیز ہے جس سے انسان کی دین و دنیا دونوں وابستہ ہیں۔ اگر ہر شخص اتنا علم رکھتا ہوتا کہ خود تحقیق کر کے اور سمجھ کر رائے قائم کرے، تو بے شک تقلید کی ضرورت نہ تھی۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر شخص مجتہد ہوتا اور ضرورت نہ تھی کہ وہ دوسرے کی رائے پر عمل کرے مگر عام نظام دنیا کی بنا پر یہ امر غیر ممکن ہے اور نہ شرع میں اس کا حکم ہے، کتنی ہی علمی ترقی ہو جائے پھر بھی دو طبقے رہنا ضروری ہیں، ایک صاحبان علم جو مسائل دینیہ کو خود سمجھ سکتے ہیں، دوسرے ناواقف عوام، یعنی جہال۔ اب یہ جہال افراد کیا کریں؟ کیا احکام شرعیہ سے ان کو بالکل بے نیاز سمجھ لیا جائے؟ اور انہیں بالکل مطلق العنان چھوڑ دیا جائے؟ پھر جب یہ صحیح نہیں تو سوائے اس کے اور کیا صورت ہے کہ ناواقف لوگ واقف کار افراد سے رجوع کریں اور ان سے دریافت کر کے مسائل پر عمل کریں۔ اسی کا نام تقلید ہے۔

زمانۂ ائمہؑ میں تقلید کا وجود

یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ زمانۂ ائمہ علیہم السلام میں بھی موجود تھی۔ یہ ظاہر ہے کہ امامؑ کا قیام کسی ایک مرکز پر رہتا تھا۔ اسلام اور تشیع کا دائرہ بہت وسیع تھا اور دور دراز کے لوگ احکام شرعیہ پر عمل کرنے کے ذمہ دار تھے۔ ہر ایک کے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ امامؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر براہ راست مسائل کو دریافت کرے اور علم شریعت کو حاصل کرے بلکہ کچھ افراد ایسے ہوتے تھے جو امامؑ سے مسائل دینیہ کا علم حاصل کریں اور اسے دوسرے ناواقف افراد تک پہنچائیں ظاہر ہے کہ احادیث ائمہؑ میں عمومات ہوتے تھے تخصیصات، مطلقات ہوتے تھے اور مقیدات، حقائق ہوتے تھے اور مجازات۔ عوام کو چاہے وہ اہل عرب ہی کیوں نہ ہوں ہرگز اس کا موقع نہیں ہے کہ وہ کسی حدیث کو سن کر آنکھ بند کر کے اس کے مفہوم پر عمل کرلیں۔ وہ اصحاب میں سے علماء شریعت ہی تھے کہ جو احادیث سے معنی اخذ کر کے نتیجہ علم یعنی احکام شرعیہ سے جہال کو واقف بناتے تھے۔ یہ وہی اجتہاد و تقلید ہے جس کا آج سوال درپیش ہے۔ خود راویان حدیث میں سے سب ایسے نہیں تھے جو ہمیشہ اپنے ذاتی علم پر عمل کریں اس لیے کہ بعض راوی تو ایسے ہیں جنہیں اتفاق سے کبھی ایک ہی موقع پیش آیا خدمت امامؑ میں حاضر ہونے کا اور اس وقت کوئی بات انہوں نے نقل کر دی لیکن وہ رواۃ جو بہت زیادہ خصوصیت رکھتے تھے وہ بھی ہر وقت ہر

موقع پر موجود نہیں رہتے تھے۔ امامؑ کا سلسلۂ فیض برابر جاری تھا یقینا بہت سے مسائل حضرت ان کی غیبت میں بیان فرماتے تھے ان مسائل کی معرفت کا ذریعہ ان رواۃ کے لیے جو اس وقت موجود نہ تھے ان رواۃ کا بیان ہی ہوسکتا تھا جو اتفاق سے اس موقع پر حاضر تھے پھر یہ ظاہر ہے کہ نقل الفاظ ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے اس کے لیے بڑے حافظہ کی ضرورت ہے۔ حقیقتاً نقل بالمعنی ہی ہے جس کے ذریعے سے روایات منتشر ہوتے ہیں۔ یہ نقل بالمعنی ظاہر ہے کہ خود راوی کے فہم واستنباط پر مبنی ہے اور جو کچھ وہ سمجھتا ہے اسی کو دوسروں تک پہنچاتا ہے۔ وہ دوسرے بزرگ جو اس روایت کو سن کر عمل کرتے ہیں وہ اس کے فہم و استنباط پر اعتماد ہی تو کرتے ہیں۔ یہ تقلید نہیں تو اور کیا ہے!!

بقیہ انسان کامل.........................

سیاسی زندگی میں پیغمبر کی عملی شمولیت، آئندہ نسلوں اور پیروان اسلام کے لئے پیغمبر کی ذات کو ایک نمونہ بنا کر پیش کرتی ہیں۔ دراں حالیکہ دوسرے مذاہب میں ایک مذہبی پیشوا کو خدائی عنصر قرار دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کی ذات اس مذہب کے پیرووں کے لئے نمونہ نہیں بن سکتی اس کے برعکس پیغمبر اسلامؐ کی ذات تمام انقلابی مسلمانوں کے واسطے قیامت تک کے لئے ایک نمونہ ہے۔ دنیا کے کسی حصہ اور کسی زمانہ کے اسلامی انقلاب میں کوئی ایسا مرحلہ نہیں ہے جس کے لئے پیغمبر اسلامؐ کی زندگی نمونہ نہ ہو۔ انہوں نے ہر دور اور ہر زمانے میں اسلامی انقلاب کے لئے ایسا نمونہ پیش کیا ہے جو آئندہ ہر دور اور ہر زمانے میں قابل تقلید ہے۔

قرآن

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم نیک لوگوں کی زندگی، شہیدوں کی موت، قیامت کے ہول وحسرت سے نجات، عرصۂ محشر کی دھوپ سے پناہ اور لغزش وگمراہی میں ہدایت چاہتے ہو تو قرآن کا پڑھنا سیکھو کیونکہ یہ رحمٰن کا کلام ہے جو شیطان سے بچنے کے لیئے سپر ہے اور میزان عمل کی گرانی کا باعث ہے۔

امام صادقؑ نے فرمایا: جس نے قرآن پڑھا یا پڑھایا اور اس پر عمل کیا میں اسے جنت میں پہنچانے کا ضامن ہوں۔

تجارت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''لوگوں پر بعض وقت ایسا آجاتا ہے کہ اپنے پروردگار کی شکایت کرتے ہیں اور مثلاً کہتے ہیں: خدا کی قسم میں نے فلاں دن سے اب تک کوئی منافع نہیں کمایا اور پورا وقت اپنے سرمائے سے کھا تا رہا ہوں۔ انہیں کیا ہو جاتا ہے؟ کیا انہیں سرمایہ خدا نے نہیں دیا؟''

امام صادقؑ نے فرمایا: تین گروہ ایسے ہیں جو بغیر حساب کے بہشت میں داخل ہوں گے۔ ۱۔ عادل رہنما -۲ سچا تاجر -۳ اور وہ بوڑھا آدمی جس نے اپنی عمر خدا کی اطاعت میں انجام کو پہنچائی ہو۔